غلام احمد قادیانی

إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۔ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

نمبر ۸۳۵ رجسٹرڈ ایل

تار کا پتہ الفضل قادیان بٹالہ

THE ALFAZL
QADIAN

اخبار ہفتہ میں تین بار

فی پرچہ تین پیسے

ایڈیٹر غلام نبی

الفضل

قادیان

قیمت سالانہ پیشگی ۵ روپے ششماہی ۳ روپے سہ ماہی ۱ روپیہ ۱۲ آنے بیرون ہند ...

جماعت احمدیہ کا مسلمہ ارگن جسے (سنہ ۱۹۱۳ء میں) حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح ثانی نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا

نمبر (۱۶) — مورخہ ۱۶ اگست سنہ ۱۹۲۴ء یوم شنبہ مطابق ۱۴ محرم سنہ ۱۳۴۳ھ — جلد (۱۲)

مدینۃ المسیح

(۱) حضرت اُم المومنین کی طبیعت قدرے ناساز ہو گئی تھی۔ اب آرام ہے (۲) حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے تینوں گھروں میں ہر طرح خیریت ہے (۳) حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کے اہل و عیال میں خیریت ہے (۴) حضرت نواب صاحب کی طبیعت ان دنوں میں کچھ خراب رہتی ہے۔ مگر گھر میں الحمد للہ سب خیریت ہے۔ میاں عبد اللہ خان صاحب بھی بمعہ اہل و عیال بخیریت ہیں (۵) حضرت میاں بشیر احمد صاحب کا لڑکا مظفر احمد الحمد للہ اب بالکل اچھا ہے۔ صرف کمزوری باقی ہے (۶) ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب و میر محمد اسحٰق صاحب کے خاندان میں خیریت ہے (۷) حضرت خلیفہ اول کے گھر میں سب خیریت ہے (۸) مولوی رحیم بخش صاحب کی والدہ ماجدہ کی طبیعت اب الحمد للہ اچھی ہے۔ (۹) بابا فضل کریم صاحب سیالکوٹی ۱۲ اگست کو فوت ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم بہت مخلص اور سلسلہ کے عاشق تھے۔ مقبرہ بہشتی میں دفن کئے گئے (۱۰) ہائی سکول ۱۳ اگست سے موسمی تعطیلات کے لئے بند ہو گیا۔ اور لڑکے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ ۱۲ تاریخ سکول کے ہال میں جناب مفتی محمد صادق صاحب و جناب مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب نے طلباء کو نصائح فرمائیں۔

نظم

روح افزاء اتقا پرور فضائے قادیاں

(از جناب حکیم ابو طاہر صاحب امیر جماعت احمدیہ۔ کلکتہ)

روز و شب اللہ سے ہے یہ دعائے قادیاں
نصب کر دے ساری دنیا میں لوائے قادیاں

جان دینی ہے اسی کوچہ میں اے اہل نظر
رہنمائے راہِ حق ہے بس ندائے قادیاں

تم نہیں سنتے بہت افسوس ہے اہلِ وطن!
گونجتی ہے ساری دنیا میں صدائے قادیاں

قول کا اور فعل کا گر ہے تطابق دیکھنا
خود کرم فرما کے جانچو اتقائے قادیاں

حُبِّ احمدؐ۔ اتباعِ شرع اور تبلیغ دیں
بس یہی تم چل کے دیکھو ہیں غذائے قادیاں

مہدیٔ آخر زماں اور عیسیٔ موعودِ حق
ہے "غلام احمدؐ" کہ جو ہے رہنمائے قادیاں

آؤ ان کے نور سے کسبِ ضیا کرتے چلو
لے چلیگی تم کو جنت تک ضیائے قادیاں

روح اور اخلاق کے مرضی کا ہے سینوٹوریم
روح افزاء۔ اتقا پرور فضائے قادیاں

مِل نہیں سکتا تمہیں موعود تقویٰ جب تلک
سینکڑوں کو کر دیا دیوانۂ تبلیغ دیں
ہے صلیب اب ٹوٹتی خنزیر بھی ہوتے ہیں قتل
صاف کر دیگی گھٹا گو ابر فساد و کفر کی
ہیں عدو اس فکر میں ڈھائیں وہ دیواریں مری

ہوں نہ عملوں پر تمہارے مرحبائے قادیاں
مرحبا اے جانشینِ دلربائے قادیاں
دیکھو ہیں پُر زور کیسے نیزہ ہائے قادیاں
چل رہی ہے خوب زوروں پر ہوائے قادیاں
یاد رکھیں وہ۔ مقدر ہے بقائے قادیاں

طاہر تفتہ جگر کی ہے دُعا لیل و نہار
تا بہ مرگم باد دردِ سنم لوائے قادیاں

حضرت خلیفۃ المسیح کے محض خدمتِ اسلام کیلئے پُر از ایثار سفر ولایت کے متعلق

پیغامِ صُلح کے کمینہ حملوں پر

جماعتہائے احمدیہ کی طرف سے اظہار نفرت و ملامت

جماعت احمدیہ امرتسر کی آواز

انجمن احمدیہ امرتسر نے اپنے اجلاس منعقدہ ۱۳۔ اگست میں حسب ذیل ریزولیوشن بالاتفاق رائے پاس کیا :-

"انجمن احمدیہ امرتسر کا یہ اجلاس اخبار "پیغام صلح" لاہور مورخہ ۱۶ر جولائی ۱۹۲۴ء کے اس مضمون پر سخت نفرت اور ناراضگی کا اظہار کرتا ہے۔ جس میں حضور امام جماعت احمدیہ کی ذات ستودہ صفات پر اور تمام جماعت احمدیہ اور خصوصاً ان خدام پر جو حضور امام کے سفر یورپ میں ہم سفر ہیں۔ ماخلاق سے گرا ہُوا اور حقارت آمیز حملہ کیا گیا ہے۔ اور اس پر اظہار افسوس کرتا ہے۔ کہ باوجود سفر یورپ کی غرض و غایت کو بیّن طور پر شایع کر دینے کے ذمہ وار کارکنان اخبار مذکور۔ خشیۃ اللہ سے کام نہ لے کر اپنے دیرینہ بغض و حسد کی وجہ سے جو ان کو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ اور جماعت احمدیہ قادیان سے ہے۔ ذاتیات اور افراد کی نیت اور امانت پر حملہ کرنے سے باز نہیں رہے۔ نیز یہ اجلاس تمام انجمنہائے احمدیہ سے اُمید کرتا ہے۔ کہ وہ "پیغام صلح" کے اس ناروا اور قابل نفرت رویہ کے متعلق اپنی دلی آزاری کا اظہار کرینگی"۔

قاضی عبد الحمید صاحب نے اس ریزولیوشن کو پیش کرتے ہوئے "پیغام صلح" کے مضمون زیر غور میں سے ضروری اقتباسات اجلاس میں پڑھے۔ اور الفاظ ریزولیوشن کی موزونیت کو مضمون مذکور کی روشنی میں ثابت کیا۔ ریزولیوشن باتفاق رائے تمام حاضرین پاس ہوا۔

(ڈاکٹر) کرم الٰہی۔ امیر جماعت احمدیہ۔

جماعت احمدیہ شملہ کی آواز

اتوار واقعہ ۳ر اگست کو انجمن احمدیہ شملہ کے عام اجلاس میں امیر جماعت احمدیہ خان صاحب منشی برکت علی صاحب نے مفصلہ ذیل ریزولیوشنز پیش کئے۔ جو بہ اتفاق رائے پاس ہوئے :-

(۱) "پیغام صلح" مجریہ ۱۶ر جولائی ۱۹۲۴ء میں جو مضمون حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے سفر یورپ کے متعلق چھپا ہے۔ اس میں نہایت بے تابی سے کمینے اور گندے حملے کئے گئے ہیں۔ یہ مضمون شرافت اور تہذیب سے بالکل گرا ہوا ہے۔ ہمیں اس سے سخت رنج پہنچا ہے۔ اور ہم اسکے خلاف دلی نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔

(۲) اس مضمون میں نہ صرف حضرت فضل عمرؓ کے خلاف بیہودہ سرائی کی گئی ہے بلکہ جملہ جماعت کے مردوں اور عورتوں پر بھی حملہ کیا گیا ہے۔ اصل میں منکرین خلافت کے دلوں میں جو بغض وعناد حضرت خلافت مآب اور نیز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذریت طیبہ اور جماعت احمدیہ سے ہے۔ یہ مضمون اس کا پورا پورا آئینہ ہے۔

(۳) حضرت اقدس نے روانگی سے پیشتر دار الامان میں چیدہ چیدہ احباب سے مشورہ کیا۔ پھر جملہ بیرونی انجمنوں سے رائے طلب کی۔ اس کے بعد دار الامان میں چالیس سے زیادہ احباب سے استخارہ کرایا۔ ان سب میں کثرت رائے اس طرف تھی۔ کہ حضور خود تشریف لے جائیں۔ چنانچہ حضور کو باوجود بعض تکالیف کے اس لمبے سفر کو اختیار کرنا پڑا۔ اس پر "پیغام صلح" کا اعتراض کرنا سراسر حماقت ہے۔

(۴) "پیغام صلح" خرچ سفر کے متعلق اعتراض کرتا ہے جس پر تیلی کا تیل جلے والی مثال صادق آتی ہے۔ ہم تو اپنے آپ کو حضور خلافت مآب کے ہاتھ پر بیچ کر چکے ہیں۔ مال کیا جان بھی حضور کی خدمت کے لئے حاضر ہے۔ یہی سبق ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پڑھایا ہے۔ اور یہی ہم نے حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ سے سیکھا۔ قرآن مجید بھی یہی سکھاتا ہے :- اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ۔

(۵) "پیغام صلح" اعتراض کرتا ہے۔ کہ حضور دس گیارہ آدمی ساتھ کیوں لے گئے۔ مگر ہمارے نزدیک جو حضور کی شان ہے خلیفۃ المسیح علی الارض۔ اس کے مقابلہ میں یہ کچھ بھی نہیں ہمارے نزدیک تو پانچسو خدام بھی ساتھ ہوتے تو تھوڑے تھے۔ مگر حضور نے جماعت کی حالت کا اندازہ کر کے اسی قدر مناسب سمجھے۔ پس "پیغام صلح" کا اعتراض بالکل فضول اور نامعقول ہے۔

مذکورہ بالا ریزولیوشن پیش کرتے وقت حضرت امیر نے ایک مختصر سی تقریر کی اور بتایا کہ منکرین خلافت جو حضرت خلیفۃ المسیح پر ہوا و ہوس کی پیروی کا الزام لگاتے ہیں۔ اصل میں یہ خود نفس کے بندے ہیں۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی اسراف کا الزام لگایا۔ اور حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ سے برسر پرخاش رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اظہار ناراضگی کیا اور فرمایا کہ اعتراض کنندہ پر حرام ہے کہ مجھے کوئی روپیہ بھیجے حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے انکی مسجد میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ میں ایسا ہی خلیفہ ہوں جیسے حضرت آدم اور حضرت داؤد علیہما السلام تھے۔ اور جیسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ پس فرشتہ بنکر میری اطاعت کرو۔ شیطان بنکر مخالفت مت کرو۔ ورنہ یاد رکھو

الفضل (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم)
یوم شنبہ ۔ قادیان دار الامان ۔ ۱۶ر اگست ۱۹۲۴ء

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٭ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھُوَ النَّاصِرُ

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا دوسرا مکتوب گرامی

پورٹ سعید سے جماعت احمدیہ کے نام

سفر یورپ کی تیاری کے حالات ابتدا سے

اغراض سفر کی اہمیت اور ان کے متعلق مشکلات

قرآن شریف میں اس سفر کی پیشگوئی

برادران جماعت احمدیہ! السلام علیکم حفظکم اللہ عن کل شر ونصرکم اللہ فی کل موطن وزادکم عدداً وکثرکم عددا۔ ما زلتم تحت ظل حمایتہ وشمس عنایتہ

افراتفری میں سفر کی تیاری

آج ہمیں قادیان سے چلے چودہ دن ہو گئے ہیں یعنی پورے دو ہفتے گذر چکے ہیں۔ مگر ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا۔ کہ ہم کس حال میں ہیں۔ جس افراتفری میں اس سفر کی تیاری ہوئی ہے۔ شاید اس کی مثال پہلے دنیا میں نہ ملتی ہو چھ ہزار میل کا سفر اور صدیوں کی تبلیغ کے لئے سکیم بنانے کی تجویز۔ اور حالت یہ ہے۔ کہ سفر کے شروع ہونے تک کسی بات کے سوچنے کا موقع نہیں ملا۔ کانفرنس مذاہب کے متعلق ہمیں مئی میں علم ہوا ہے۔ اس کے بعد میں نے مشورہ کیا۔ اور فیصلہ کیا۔ کہ اس میں مضمون بھیجنا چاہیئے۔ اطلاع نامکمل تھی اسلئے سکرٹری کو تار دیگئی۔ اور اس کا جواب ۱۲ر مئی کے قریب ملا پھر مشورہ کیا گیا۔ اور بعض لوگوں کی اس تجویز پر بھی غور کیا گیا کہ مجھے خود جانا چاہیئے۔ اس مشورہ کے نتیجہ کے بعد میں نے باہر کے دوستوں سے بھی مشورہ پوچھا۔ اور چونکہ مسلم لیگ کا اجلاس تھا۔ اور اس میں مسلمانوں اور ہندوؤں کے تعلقات کا سوال پیش تھا جس کا اثر خود ہماری جماعت پر اور اسلام کی ترقی پر بھی پڑتا تھا۔ اس لئے میں اس کام میں مشغول ہو گیا۔ تئیس تاریخ تک میں اس کام سے فارغ ہوا۔

مذہبی کانفرنس کیلئے مضمون لکھنا

اور چوبیس ۲۴ کو میں نے مضمون لکھنا شروع کیا۔ جو اسقدر وسیع ہو گیا۔ کہ اس کا وہم وگمان بھی نہ تھا۔ یعنی ساڑھے چار سو کالم تک پہنچ گیا۔ دو ۲ دن میں بیمار رہا۔ کل بارہ دن میں چھ جون تک یہ مضمون ختم ہوا۔ چونکہ میں مضمون اُردو میں لکھتا ہوں۔ اور دوسرے دوست اسے انگریزی میں ترجمہ کرتے ہیں اسلئے میرے لئے ایسے مضامین کے متعلق کئی کام ہوتے ہیں اوّل مضمون کا لکھنا۔ دوسرے اس کی نظر ثانی کرنی اور غلطیوں کا درست کرنا۔ حوالوں کا لگانا وغیرہ۔ تیسرے جو ترجمہ انگریزی میں ہوا ہو۔ اس کو سُننا اور اس کا اُردو کے مضمون سے مقابلہ کرکے دیکھنا کہ آیا ترجمہ صحیح بھی ہو گیا ہے یا نہیں اور مطلب کو واضح کرتا ہے یا نہیں۔ ساتھ ساتھ دوسرے ساتھی جو انگریزی کے واقف ہوتے ہیں۔ مضمون کی انگریزی زبان میں بھی مناسب اصلاح کرتے چلے جاتے ہیں بالعموم یہ اصلاح اور مقابلہ بھی اتنا ہی وقت لیتا ہے۔ جتنا کہ اصل مضمون کی تصنیف۔ نظر ثانی بھی بہت سا وقت لیتی ہے اس قدر لمبے مضمون کے متعلق جو وقت ہو سکتی تھی وہ سمجھ میں آ سکتی ہے۔ مضمون کے لکھنے کے دنوں میں بھی مجھے بسا اوقات رات کے بارہ بارہ بجے تک اور بعض دفعہ تو دو دو بجے تک بیٹھنا پڑتا تھا۔ اس شدید گرمی کے موسم میں جبکہ دن کو کام بھی مشکل ہوتا ہے۔ رات کے وقت لمپ کی روشنی میں بارہ بارہ بجے تک کام کرنا سخت مشکل کام ہے۔ اور میرے جیسے کمزور صحت کے آدمی کے لئے تو ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے ہمت بخشدی اور کام ہو گیا۔ اس کے بعد نظر ثانی کا کام شروع ہوا اور پھر ترجمہ کے مقابلہ اور اصلاح کا۔ چونکہ مضمون کے لکھنے کے دنوں میں ملاقاتوں اور ڈاک کے کام کو ہلکا کر دیا تھا۔ اس لئے اب وہ کام بھی جمع ہو گیا۔ پس نصف دن اس کے لئے لگانا پڑتا اور نصف مضمون کے لئے اور اسوجہ سے یہ نظر ثانی کا کام لمبا ہو گیا۔ اور میرے لئے آرام کا کوئی موقع باقی نہ رہا۔ مجھے ان دنوں میں بالکل معلوم نہ ہوتا تھا کہ دن کب ہوتا ہے اور رات کب۔ کیونکہ میرے لئے یہ دونوں چیزیں برابر تھیں۔ اور اس وجہ سے مجھے سفر کے لئے پروگرام بنانے کا بھی کوئی موقع نہیں ملتا تھا۔ نظر ثانی اور ترجمہ اور اس کی اصلاح کا کام جس میں چودہری ظفر اللہ خان صاحب۔ مولوی شیر علی صاحب اور عزیزم مرزا بشیر احمد صاحب نے رات اور دن کو ایک کر دیا۔ فجزاہم اللہ احسن الجزا ۲ر جولائی کو جا کر ختم ہوا ٭

دوسرا مضمون لکھنے کی تجویز

اور اس عرصہ میں یہ فیصلہ ہوا کہ جو مضمون لکھا گیا ہے۔ وہ اس طرز کا ہے کہ اس کا کوئی حصہ پڑھکر سنانا مناسب نہیں اور سارا مضمون کسی صورت میں بھی پڑھا نہیں جا سکتا۔ اسلئے ایک نیا مضمون لکھا جائے۔ جو مختصر ہو۔ اور پہلے مضمون کو بطور کتاب شائع کر دیا جائے۔ اس فیصلہ کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ دو ۲ تاریخ کو فارغ ہوتے ہی مجھے نئے مضمون کی تصنیف میں مشغول ہونا پڑا۔ دو ۲ سے نو ۹ جولائی تک یہ مضمون لکھا گیا۔ اس کی نظر ثانی ہوئی۔ اور اس کا ترجمہ ہوا۔ اور اس کی صحت ہوئی۔ یہ مضمون بھی سو کالم کا تھا۔ اور اس سے دوست اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ ان سات دنوں میں مجھے ہرگز ایک منٹ کی بھی فرصت نہیں مل سکتی تھی ٭

دو دن

نو ۹ اور دس ۱۰ کی درمیانی رات گیارہ بجے یہ مضمون ختم ہوا۔ اور ۱۲ر تاریخ کو ہم نے جانا تھا۔ پس دس ۱۰ اور گیارہ ۱۱ دو تاریخیں تھیں۔ جو مجھے فراغت کی ملیں۔ ان تاریخوں میں بھی مجھے کسی سکیم پر غور کرنے یا گھر کے کاموں کے لئے فرصت نہیں مل سکتی تھی۔

اپنے بعد قادیان میں انتظام کا فیصلہ کرنا۔ لائبریری میں سے بعض کتب کا نکالنا جو سفر کے لئے ضروری تھیں دوسرے لوگوں کی کتب کو واپس کرنا اس کام پر یہ دو دن خرچ ہو گئے۔

مزار مسیح موعودؑ اور تڑپا دینے والے خیالات

جس دن صبح کے وقت چلنا تھا اس دن رات کے ایک بجے میں اپنے بعد کام کے چلانے کے متعلق ہدایات لکھنے سے فارغ ہوا۔ اور صبح عزیزم عبد السلام ولد حضرت خلیفہ اول رضؓ کو جو بیمار تھے دیکھ کر اس آخری خوشی کو پورا کرنے کے لئے چلا گیا۔ جو اس سفر سے پہلے میں قادیان میں حاصل کرنی چاہتا تھا۔ یعنی آقائی و سیدی و راحتی و سروری و حبیبی و مرادی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار مبارک پر دعا کرنے کے لئے ایک بے بس عاشق اپنے محبوب کے مزار پر عقیدت کے دو پھول چڑھانے اور اپنی ٹوٹی پھوٹی زبان میں دعا کر دینے کے سوا اور کیا کر سکتا ہے۔ سو اس فرض کو ادا کرنے کے لئے میں وہاں گیا۔ مگر آہ! وہ زیارت میرے لئے کیسی افسردہ کن تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ مُردے اس مٹی کی قبر میں نہیں ہوتے۔ بلکہ ایک اور قبر میں رہتے ہیں۔ مگر اس میں بھی کوئی شک نہیں۔ کہ اس مٹی کی قبر سے بھی ان کو ایک تعلق رہتا ہے۔ اور پھر اس میں بھی کوئی شک نہیں۔ کہ انسانی دل اس قرب سے بھی جو اپنے پیارے کی قبر سے ہو۔ ایک گہری لذت محسوس کرتا ہے۔ پس یہ جدائی میرے لئے ایک تلخ پیالہ تھا۔ اور ایسا تلخ کہ اسکی تلخی کو میرے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ میری زندگی کی بہت بڑی خواہشات میں سے ہاں ان خواہشات میں سے جن کا خیال کر کے بھی میرے دل میں سرور پیدا ہو جاتا تھا۔ ایک یہ خواہش تھی۔ کہ جب میں مر جاؤں۔ تو میرے بھائی جن کی محبت میں میں نے عمر بسر کی ہے۔ اور جن کی خدمت میرا واحد شغل رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عین قدموں کے نیچے میرے جسم کو دفن کر دیں۔ تاکہ اس مبارک وجود کے قرب کی برکت سے میرا مولا مجھ پر بھی رحم فرمائے ہاں شاید اس قرینہ کی وجہ سے وہ عقیدت کیش احمدی جو جذبۂ محبت سے لبریز دل کو لے کر اس مزار پر حاضر ہو۔ میری قبر بھی اس کو زبان حال سے یہ کہے کہ

ع اے خانہ برانداز چمن کچھ تو ادھر بھی

اور وہ کوئی کلمہ خیر میرے حق میں بھی کہدے۔ جس سے میرے ربّ کا فضل جوش میں آکر میری کوتاہیوں پر سے چشم پوشی کرے۔ اور مجھے بھی اپنے دامنِ رحمت میں چھپا لے

آہ! اُس کی غنا میرے دل کو کھائے جاتی ہے اور اسکی شان احدیت میرے جسم کے ہر ذرہ پر لرزہ طاری کر دیتی ہے۔ پس میں سمجھتا تھا۔ کہ شاید جسمانی قرب رُوحانی قرب کا موجب بن جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل تو سب ہی کچھ کر سکتا ہے۔ مگر اپنی شامتِ اعمال اور صحت کی کمزوری دل کو شکار اوہام بنا دیتے ہیں۔ پس میری جدائی حسرت کی جدائی تھی۔ کیونکہ میں دیکھ رہا تھا۔ کہ میری صحت جو پہلے ہی کمزور تھی۔ پچھلے دنوں کے کام کی وجہ سے بالکل ٹوٹ گئی ہے۔ میرے اندر اب وہ طاقت نہیں۔ جو بیماریوں کا مقابلہ کر سکے۔ وہ ہمت نہیں جو مرض کی تکلیف سے مستغنی کر دے ادھر ایک تکلیف دہ سفر درپیش تھا۔ جو سفر بھی کام ہی کام کا پیش خیمہ تھا۔ اور ان تمام باتوں کو دیکھ کر دل ڈرتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ شاید کہ یہ زیارت آخری ہو۔ شاید وہ امید حسرت میں تبدیل ہونے والی ہو۔ سمندر پار کے مُردوں کو کون لا سکتا ہے۔ ان کی قبر یا سمندر کی تہ اور مچھلیوں کا پیٹ ہے یا دیار بعیدہ کی زمین جہاں مزار محبوب پر سے ہو کر آنے والی ہوا بھی تو نہیں پہنچ سکتی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک وہم تھا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ آیندہ کیا ہونیوالا ہے ہم اللہ تعالیٰ کے فضل کے ہی امیدوار ہیں۔ اور میں تو کبھی اس سے مایوس نہیں ہوا۔ میں اس کا بندہ ہوں۔ اور میرا حق ہے کہ میں اس سے مانگوں اور وہ میرا رب ہے۔ اور اس کی شان ہے کہ وہ مجھے دے۔ مگر عشق است و ہزار بدگمانی۔ عشق اور محبت وہم پیدا کیا ہی کرتے ہیں۔ اور خصوصاً اس قدر لمبا سفر اور ایسی تکلیف کا سفر اور صحت کی خرابی ایسے قوی موجبات ہیں کہ جن کے سبب سے ایسے وہم بالکل طبعی ہیں۔

روانگی کی گھڑی

غرض حسرت و اندوہ سے میں اس مقام سے جدا ہوا۔ اور گھر پہنچا۔ صرف ایک ایک دو دو منٹ مجھے اپنی بیویوں سے ملنے کے لئے ملے۔ اور اتنا ہی وقت حضرت والدۂ مکرمہ اور ہمشیرگان سے ملاقات کے لئے۔ چلتے ہوئے اپنے بعض بچوں کی شکل بھی نہیں دیکھ سکا میں یہ بھی نہیں دیکھ سکا کہ میرے ساتھ کیا اسباب ہے۔ آیا کوئی ضروری چیز رہ تو نہیں گئی۔ خود فرصت نہ دیکھ کر اپنے دو عزیزوں کو اس کام کے لئے مقرر کیا تھا۔ کہ وہ ایک نظر ڈال لیں۔ اور فہرست بنا لیں۔ مگر کام کی کثرت کی وجہ سے ان سے فہرست لینا بھی بھول گیا۔ راستہ میں دو دن دوستوں کی ملاقاتوں میں صرف ہوئے۔ اور ان دنوں میں بھی آرام کا موقع نہیں ملا۔ بمبئی پہنچے تو معلوم ہوا۔ کہ جہاز دوسرے دن صبح ہی چلنا ہے اس رات بھی دو بجے تک کام کیا۔ اور صبح سوار ہو گئے۔

سمندر کا شدید طوفان

جہاز بندر سے نکلا ہی تھا کہ ایسا شدید طوفان آیا کہ الامان! ہمارے سب ساتھی سوائے بھائی جی اور چودہری فتح محمدؐ صاحب کے بیمار ہو گئے۔ اور کسی قدر طاقت چودہری علی محمدؐ میں رہی باقی ہم سب صاحب فراش تھے۔ مجھے قے نہیں آئی۔ باقی اکثر کو قیئیں بھی بہت سی آئیں۔ اور بعض کو کم۔ اکثر ساتھی تین دن تک پاخانہ پیشاب کے لئے بھی اُٹھ کر نہیں جا سکے۔ سر بستر پر سے اٹھانا مشکل تھا۔

کھانے کی مشکلات

اور ادھر یہ مصیبت کہ بہت سے ٹکٹ بے خوراک کے تھے۔ اور بمبئی میں شام کو پہنچنے کی وجہ سے کھانے کا سامان نہیں خریدا جا سکا تھا۔ اس بیماری پر مزید تکلیف کھانے کا سامان نہ ہونے کی تھی۔ جن کے ٹکٹ کھانے کے بھی تھے۔ وہ بھی معذور تھے یا تو کھایا نہ جاتا تھا۔ اور اگر کھانے لگتے تو خوراک مناسب نہ تھی۔ گوشت عام طور پر یا سور کا یا گردن مروڑے ہوئے مرغ کا ہوتا تھا یا ایک تھالی گائے کے گوشت کی۔ جو وہ بھی ہندوستانی طریق خوراک کے خلاف۔ یہ گوشت چونکہ بمبئی کا خرید اہوا تھا۔ اس کا کھانا تو جائز تھا۔ مگر وہ عام طور پر کھٹاس میں پکایا ہوا ہوتا تھا جس کی وجہ سے ہمارے لئے کھانا اس کا بہت مشکل تھا۔ باقی اُبلے ہوئے آلو اور اُبلی ہوئی پھلیاں تھیں۔ جن کو بلا اعتراض کے کھایا جا سکتا تھا ان حالات میں جو تکلیف تمام قافلہ کو پہنچی اس کا اندازہ ہمارے دوست نہیں کر سکتے

دوستوں کی حالت اور دل توڑ دینے والا نظارہ

بعض کمزور طبیعت دوست تو رہ پڑے۔ اور بعض کو میں دیکھتا تھا۔ کہ ان کے چہروں پر جھریاں پڑ گئیں۔ اور بوڑھے معلوم ہونے لگے۔ میں کسی وقت ہمت کر کے دوستوں کی ہمت بڑھانے کے لئے کمرے سے نفس پر زور کر کے باہر چلا جاتا۔ تو سب دوست خوشی سے میرے گرد اکٹھے ہو جاتے۔ مگر جس طریق سے وہ اکٹھے ہوتے تھے وہ خود دل کو توڑ دینے والا تھا۔ وہ دوست جو میرے ساتھ تین چار دن پہلے اچھے بھلے اور تندرست سوار ہوئے تھے جب میں دیکھتا۔ کہ وہ گھٹنوں کے بل گھسٹتے ہوئے۔ جس طرح اپاہج چلتا ہے۔ میری طرف آتے تھے۔ اور آکر میرے پاس اس طرح لیٹ جاتے۔ جس طرح زخمی پڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ تو میرا خدا ہی جانتا ہے۔ کہ میرے دل پر اس نظارہ کا کیا اثر ہوتا تھا۔ یہ حالت چار دن تک تو بہت شدت سے رہی۔ اور پانچویں دن بھی کافی سخت تھی۔ گو زور کم ہونا شروع ہو گیا تھا۔ طوفان ان پانچ دنوں میں ایسا سخت رہا۔ کہ جہاز کے عادی ملاح بھی نصف کے قریب بیمار ہو گئے۔ اور افسر اس قدر گھبرا گئے۔ کہ جب کپتان جہاز سے پوچھا گیا۔ کہ عدن کب پہنچیں گے۔ تو اس نے ہاتھ جوڑ کر آسمان کی طرف اٹھا دیئے۔ اور آنکھیں آسمان کی طرف اٹھا دیں۔ جس کا مطلب یہ تھا۔ کہ خدا ہی پہنچائے گا۔ لہر اتنی اونچی تھی۔ کہ میں جہاز کی اوپر کی چھت پر لیٹا ہوا تھا۔ اور کمرے کے اندر تھا۔ کہ ایک لہر بارہ گز اونچی اٹھکر چھت پر آ گری۔ اور کمرہ کے اندر مجھ پر آکر گری۔ جس سے میں تر بہ تر ہو گیا۔ کئی تختے ٹوٹ گئے ؂

حضرت خلیفۃ المسیح کی حالت

میری طبیعت پر پہلی محنت اور بعد کی تکلیف کا یہ اثر ہوا ہے۔ کہ میرا حلق بالکل بیٹھ گیا ہے۔ دن میں تین دفعہ دوا لگائی جاتی ہے۔ اور کئی دفعہ پلائی جاتی ہے مگر کوئی اثر نہیں۔ گلے میں شدید درد ہے۔ اور ساتھ ہی بخار بھی شروع ہو گیا ہے۔ ہلکا ہلکا بخار دن بھر رہتا ہے۔ سر میں بھی درد رہتا ہے۔ اور طبیعت روز بروز گھلتی جاتی ہے۔ اور آگے کام کا پہاڑ نظر آتا ہے۔ اور سفر کی شدائد ابھی باقی ہیں۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔ ع

جو صبر کی تھی طاقت اب مجھ میں وہ نہیں ہے

اور میں دیکھتا ہوں۔ کہ ع

جو کام کی تھی طاقت اب مجھ میں وہ نہیں ہے

اغراض سفر

جس کام کے لئے میں جا رہا ہوں۔ وہ اپنی نوعیت میں بالکل نرالا ہے ایسا نرالا کہ اب تک ہمارے بعض دوست بھی اس کو نہیں سمجھے۔ میں نے سنا۔ کہ ایک دوست ریل میں ایک غیر احمدی کو سمجھا رہے تھے۔ کہ ان کے ولایت جانے کی غرض تبلیغ اسلام ہے۔ حالانکہ گو تبلیغ اسلام ہر اک کا فرض ہے۔ اور میرا بھی۔ مگر جیسا کہ میں نے بوضاحت لکھا ہے۔ تبلیغ کے لئے باہر جانا خلیفہ کے لئے درست نہیں۔ اس کا اصل کام تبلیغ کی نگرانی ہے۔ اس کا مبلغ کے طور پر باہر جانا سلسلہ کے لئے ایسی خطرناک مشکلات پیدا کر سکتا ہے جن سے باہر نکلنا مشکل ہو جائے۔ پس یہ سفر تبلیغ کیلئے نہیں ہے۔ بلکہ تبلیغ کی مشکلات کو معلوم کرنے اور ایسا مقامی علم حاصل کرنے کے لئے ہے۔ جو آئندہ مغربی ممالک میں تبلیغ کرنے کے لئے ممد ہو۔ اور ان خطرناک آفات کو معلوم کرنے اور ان کا علاج دریافت کرنے کے لئے ہے۔ جو مغربی ممالک میں اسلام کے پھیلنے کے ساتھ ہی پیدا ہونے والی ہیں۔ اور جن کو اگر پہلے سے مدنظر نہ رکھا گیا۔ تو اسلام کا مغرب میں پھیلنا ہی اسلام کی تباہی کا موجب ہو گا۔

کام کی مشکلات

ان مشکلات کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے۔ کہ وہ ممالک جو اسلامی کہلاتے ہیں۔ وہ بھی یورپ کی تہذیب کے اثر کے نیچے پڑ کر وہ کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ عورت اور مرد کے اکٹھے ناچ کا ان میں رواج پایا جاتا ہے۔ سود عام ہو چکا ہے۔ جب یہ اثر یورپ کے لوگوں نے صرف ملاقات سے ان مسلمان قوموں پر ڈال دیا ہے۔ جو نسلاً بعد نسلاً مسلمان چلی آتی ہیں اور جو اس سے پہلے اسلامی احکام کی عادی ہو چکی تھیں۔ تو کس طرح امید کی جا سکتی ہے۔ کہ یہ قومیں مسلمان ہو کر ان عادات کو چھوڑ دینگی۔ لیکن اگر یہ مسلمان ہو کر ان عادات کو قایم رکھیں۔ تو یقیناً دوسری اسلامی دنیا جو اس وقت تک اسلامی احکام پر قایم ہے۔ ان کو مسلمان بھائی خیال کر کے اپنی پہلی حالت کو بدل دے گی۔ کیونکہ یورپ کو دنیا کے خیالات پر ایسی حکومت ہے۔ کہ وہ مسمریزم سے مشابہ معلوم ہوتی ہے۔ جب یورپ مسلمان ہوا۔ تو مسلمانوں پر اس کے خیالات کا اثر اور بھی بڑھ جائیگا۔ اور جس بات کو یورپ معمولی کہے گا۔ وہ بھی معمولی سمجھنے لگیں گے

وجاہت کا اثر

وجاہت کا دنیا میں بڑا اثر ہوتا ہے اپنے اندر ہی دیکھ لو۔ خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کو وجاہت حاصل تھی۔ جماعت کے ایک حصہ کو انہوں نے کس طرح تباہ کر دیا بعض لوگ واقعہ میں مخلص تھے۔ اور حضرت مسیح موعود کے دعوں پر ایمان رکھتے تھے۔ مگر ان کی وجاہت کے اثر کے نیچے جن باتوں کو انہوں نے کہا۔ کہ ٹھیک ہیں انہوں نے بھی کہدیا ٹھیک ہے۔ اگر یورپ کے مالدار اور فلاسفر مسلمان ہو گئے۔ اور دنیا کی شان و شوکت نے مسلمانوں کی آنکھوں کو چندھیا دیا۔ تو اس وقت اگر یورپ کے نو مسلموں نے کہا۔ کہ پردہ سے مراد خدا تعالے کی یہ پردہ نہیں ہو سکتا تھا۔ بلکہ اس سے مراد صرف اس وقت کی ضرورتوں کا پورا کرنا۔ اور بعض فسادوں سے بچنا تھا۔ تو تمام عالم اسلام کہے گا کہ سبحان اللہ کیا نکتہ نکالا ہے۔ اور اگر اس نے یہ کہا۔ کہ سود سے مراد بھی صرف وہ قرض ہے۔ جو مصیبت زدہ لیتا ہے۔ اس کو بے شک بغیر سود کے دینا چاہیئے۔ لیکن جو روپیہ لوگ تجارتوں اور جائدادوں کے بڑھانے کے لئے لیتے ہیں۔ اس پر کیوں روپیہ قرض دینے والا نفع نہ لے۔ یہ سود نہیں۔ تو سب لوگ کہینگے۔ کہ واہ واہ نہایت پر حکمت بات نکالی ہے۔ پس ہم دو انگوں میں ہیں۔ اگر ہم یورپ کو مسلمان نہیں کرتے۔ تب اسلام خطرہ میں ہے۔ اور اگر ہم اسے مسلمان کرتے ہیں۔ تب بھی اسلام خطرہ میں ہے۔ پس ہمارا فرض ہے۔ کہ اس مسئلہ پر جس پر جس قدر بھی غور کیا جائے۔ عقل اور حیران ہوتی جاتی ہے۔ ہر ممکن پہلو سے غور کریں۔ اور کوئی ایسی تدبیر نکالیں۔ جس سے یہ دقتیں دور ہوں۔ اور مغربی ممالک اسلام کو قبول بھی کر لیں۔ اور اسلام کی اصلی شکل کو بھی نقصان نہ پہنچے۔

کام کے نظام اور کام میں فرق

چونکہ مسلمانوں میں سے عموماً اور ہندوستان سے خصوصاً حکومت جاتی رہی ہے۔ اور اس وجہ سے حکومت کی روح بھی نہیں رہی اسلئے لوگ ان باتوں کے سمجھنے کے قابل ہی نہیں رہے۔ وہ اس امر کو تو سمجھ سکتے ہیں۔ کہ کوئی کام عارضی طور پر کر کے ہم اس سے فائدہ اٹھا لیں۔ لیکن وہ اس امر کو نہیں سمجھ سکتے۔ کہ ایک کام یہ بھی ہوتا ہے۔ کہ کام کے کرنیکے طریق کا فیصلہ کیا جائے ان کے نزدیک یہ بات ہر شخص فوراً سمجھ سکتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ ایشیائی لوگ ہمیشہ اپنی کوششوں میں ناکام رہتے ہیں۔ مغربی لوگ جو کام شروع کرتے ہیں۔ پہلے اس کام کے نشیب و فراز پر نظر ڈالتے ہیں۔ اور اس کی مشکلات کو حل کرنے کی تدبیریں سوچتے ہیں۔ پھر اس کام کو کرتے ہیں۔ اور اس وجہ سے اکثر کامیاب بھی ہوتے ہیں۔ جب تک یہ مرض ایشیائیوں کے دل سے دور نہ ہو گی۔ کہ ایک منٹ کے فکر کے بعد جو خیال ان کے دل میں آ جائے۔ وہ سکیم نہیں کہلاتی بہت سی باریک باتیں ہوتی ہیں۔ جو لمبے غور اور بڑے تجربہ

سے معلوم ہوتی ہیں۔ اس وقت تک وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے ؛

ایک عام بیماری

ہمارے ملک میں یہ عام بیماری ہے۔ کہ ایک شخص جو عمر بھر کسی کام میں صرف کر دیتا ہے۔ اس کی رائے کے مقابلہ میں ایک ناتجربہ کار آدمی جھٹ اپنی رائے کو پیش کر دے گا۔ اور سمجھ لے گا۔ کہ دو منٹ بات سن کر میں نے سب باتیں معلوم کر لی ہیں۔ اور یہ بیماری اسی خیال کا نتیجہ ہے۔ کہ وہ کام کے نظام اور کام میں فرق نہیں سمجھ سکتے۔ کام معمولی آدمی بھی کر سکتے ہیں۔ مگر کاموں کا نظام صرف بہت بڑے ماہر بڑے غور کے بعد تجویز کر سکتے ہیں۔ ایک عمارت کا نقشہ ایک ماہر فن تجویز کرتا ہے۔ اور بنا ایک مستری بھی لیتا ہے۔

سفر کی غرض پر انگریزوں کو تعجب

خلاصہ یہ کہ ہمارے کام کی مشکلات میں سے ایک یہ مشکل ہے۔ کہ اس کی اہمیت کو لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ حتیٰ کہ ابھی اپنی جماعت کے بعض لوگ بھی اس کو نہیں سمجھ سکتے مگر یورپ کے لوگ فوراً سمجھ جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ ان کاموں کے عادی ہیں۔ اس قدر عرصہ سے ہم یورپ میں تبلیغ کر رہے ہیں کبھی اس پر انگریزوں نے تعجب نہیں کیا۔ لیکن میرے سفر کی غرض معلوم کر کے تمام تعجب کر رہے ہیں۔ مکرمی ذوالفقار علیخاں صاحب ایک کام کیلئے پچھلے دنوں شملہ گئے تھے۔ وہاں گورنمنٹ کے مختلف انگریز وزراء سے ان کی گفتگو ہوئی۔ وہ شوق سے اس سفر کی غرض دریافت کرتے۔ اور جب غرض کو معلوم کرتے۔ تو سخت حیرت کا اظہار کرتے۔ اور میری نسبت پوچھتے۔ کہ کیا وہ اس کام کو ممکن خیال کرتے ہیں۔ بلکہ ایک وزیر نے تعجب سے کہا۔ کہ کیا تم یہ خیال کرتے ہو۔ کہ یورپ مسلمان ہو کر پردہ کو بھی تسلیم کرے گا۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ جہاز پر جو انگریز اس کو سنتا ہے۔ سخت تعجب کرتا ہے۔ ایک انگریز سے بعض دوستوں کی گفتگو ہوئی۔ جب اس نے سفر کی وجہ سنی۔ تو حیران ہو کر پوچھنے لگا۔ کہ کیا آپ کو کےنیوٹ کا قصہ معلوم ہے۔ انہوں نے کہا۔ ہاں۔ تو کہنے لگا یہ ویسی ہی بات ہے ؛

ایک بادشاہ کا قصہ

کےنیوٹ ایک انگریز بادشاہ تھا۔ اس کو خدا تعالےٰ نے بہت اقبال دیا تھا۔ ایک دن سمندر کے کنارے بیٹھا تھا۔ اسکے درباریوں نے خوشامد کے طور پر کہنا شروع کیا۔ کہ تمہاری حکومت تو زمین اور سمندر بھی مانتے ہیں۔ وہ دانا بادشاہ تھا۔ اس نے اپنی کرسی سمندر کے کنارے پر بچھائی۔ اور وہاں بیٹھ گیا وہ وقت مد کا تھا۔ جس وقت سمندر میں جوش آتا ہے۔ اور وہ میل میل خشکی پر چڑھ جاتا ہے۔ لہریں اٹھنے لگیں۔ اور پانی کرسی کے گرد اونچا ہونے لگا۔ کےنیوٹ ظاہر میں غصہ کی شکل بنا کر لہروں کو حکم دیتا۔ کہ پیچھے ہٹ جاؤ۔ مگر پانی بڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ بادشاہ کے ساتھیوں کو جان کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ اس وقت بادشاہ اٹھ کر خشکی کیطرف آیا۔ اور درباریوں سے کہا۔ کہ دیکھا تم کس قدر جھوٹ کہتے تھے ؛

قصہ کا مطلب

اس کا یہ مطلب تھا۔ کہ جس طرح کےنیوٹ بادشاہ کے حکم سے باوجود اسکے اقتدار کے سمندر پیچھے نہیں ہٹتا تھا۔ اسی طرح یورپ کو ایشیائی طریق کا مسلمان بنانا ناممکن ہے۔ وہ کسی تدبیر سے اس امر کو قبول نہیں کر سکتا۔ مگر ادھر تو اس سفر پر انگریزوں کو اس قدر تعجب ہے۔ ادہر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ محض تبلیغ پر انہوں نے کبھی تعجب نہیں کیا۔ وجہ یہی ہے۔ کہ وہ جانتے ہیں۔ کہ منہ سے اسلام کا اقرار کرا کے اسلام سے ایک ظاہری تعلق تو یورپ کا پیدا کرایا جا سکتا ہے۔ مگر اسلام کے تمدن کا ان کو عادی بنا دینا ناممکن ہے

یورپ کے اسلامی تمدن کو قبول نہ کرنے کا خطرہ

مگر جیسا کہ میں بتا چکا ہوں اگر یہی بات ہو۔ کہ یورپ اسلام کو قبول کرے۔ مگر اس کے تمدن کو قبول نہ کرے۔ تو یہ کیسی خطرناک بات ہوگی اسلام جو تیرہ سو سال سے بالکل محفوظ چلا آیا ہے۔ اس کی شکل کس طرح بدل جائیگی۔ اور مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کی غرض کس طرح باطل ہو جائیگی۔ تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ پھر یورپ میں تبلیغ کے کام کو چھوڑ دو۔ کیونکہ یورپ کسی غیر معروف بے کس آدمی کا نام نہیں جو اپنے گھر میں بیٹھا رہتا ہے۔ اس کو اگر ہم اکیلا چھوڑ دیں۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ یورپ ایک زندہ طاقت کا نام ہے۔ جس کی مثال اس ریچھ کی ہے۔ جسے چھوڑنے کے لئے مسافر تو تیار تھا۔ مگر وہ مسافر کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھا۔ یورپ کا مذہب۔ یورپ کا تمدن۔ یورپ کا علم۔ دنیا کو کھا رہا ہے۔ اور کھاتا چلا جا رہا ہے۔ ہمارا اس کو چھوڑ دینا یہ مطلب رکھتا ہے۔ کہ ہم اسے چھوڑ دیں۔ کہ وہ اسلام کا جو کچھ باقی رہ گیا ہے۔ اس کو بھی کھا جائے اور ہماری ترقی کا میدان بالکل تنگ ہو جائے۔ ہم جس قدر آدمیوں کو ایک سال میں احمدی بناتے ہیں۔ اس سے کئی گنے لوگوں کو یورپ اپنا شکار بنا لیتا ہے۔ اور پھر یورپ کی تصنیف کردہ کتب ہمارے بچے بھی پڑھتے ہیں۔ اور ان سے متاثر ہونے کے خطرہ میں ہیں۔ پس یہ بالکل ناممکن ہے۔ کہ ہم یورپ کو چھوڑ دیں ؛

یورپین تمدن چھوڑنے میں مشکلات

اب دوسری صورت یہ ہے۔ کہ ہم یورپ میں سرنگ لگانی شروع کر دیں۔ اور اس کے بغیر ہمارے پاس کوئی چارہ نہیں۔ مگر یہ تو ہو نہیں سکتا۔ کہ ایک دن میں چار پانچ کروڑ لوگ مسلمان ہو جائیں۔ اور ان کا الگ انتظام قایم ہو جائے۔ وہ الگ اپنی سوسائٹی قایم کر لیں۔ لیکن اگر ایک ایک دو دو کر کے لوگ مسلمان ہوں۔ تو وہ یورپ میں رہ کر یورپ کے تمدن کو چھوڑنا چاہیں بھی تو نہیں چھوڑ سکتے۔ مثلاً پردہ ہے۔ اوّل تو وہاں برادری اور دوستوں کے طنز کی برداشت ہی نو مسلم کے لئے ناممکن ہے۔ اور اگر وہ تیار ہو۔ تو پھر وہاں کے حالات روک ہیں۔ پردہ کرنے والے ملکوں میں مکان ایسے بنائے جاتے ہیں۔ کہ عورتیں گھر میں رہ کر بھی ہوا کھا سکیں۔ صحن ضرور ساتھ ہوتے ہیں۔ مگر یورپ میں الگ صحن کا رواج نہیں۔ صرف کمروں میں لوگ رہتے ہیں۔ اب یہ خیال کرنا۔ کہ ایک نو مسلمہ رات اور دن ایک کمرہ میں بیٹھی رہے۔ بالکل عقل کے خلاف ہے۔ پھر ایک اور سوال یہ ہے۔ کہ وہاں گذارہ اس قدر گراں ہے۔ کہ مرد کو سارا دن محنت کرنی پڑتی ہے۔ اور وہ گھر کے کام میں عورت کی مدد نہیں کر سکتا۔ عورت اگر سودا نہ لائے۔ تو گھر کا کام چل نہیں سکتا۔ وہ پردہ کرے۔ تو گھر کا سودا کس طرح لائے بے شک وہ نقاب سے کام لے سکتی ہے۔ اور عورت کو سودا خریدنا منع نہیں ہے۔ مگر پھر ایک اور دقت ہے۔ اور وہ یہ کہ یورپ ہندوستان کی طرح نہیں۔ وہاں گلیوں میں اس قدر موٹر چلتا رہتا ہے۔ کہ جب تک آنکھیں پھاڑ کر اور ہوشیار ہو کر آدمی نہ چلے۔ اس کی جان ہر وقت خطرہ میں ہے۔ ایک ایک شہر میں سینکڑوں آدمی ہر سال موٹروں کے نیچے آ کر مر جاتے ہیں۔ پس نقابیں پہن کر عورتوں کا پھرنا نہایت خطرناک اور موجب ہلاکت ہے۔ چند مسلمان ہونیوالی عورتوں یا مردوں کیلئے حکومتیں اپنے قانون نہیں بدلیں گی۔ مکانوں والے اپنے مکان نہیں توڑ ڈالیں گے۔ پھر وہ لوگ کریں تو کیا کریں۔ یہ تو ایک چھوٹی سی مثال ہے۔ ورنہ سینکڑوں دقتیں ہیں۔ جو مغرب کی تبلیغ کے راستہ میں ہیں۔ اور جن میں سے بہت سی ایسی ہیں۔ کہ ان میں مغربی نو مسلم مجبور معلوم ہوتا ہے۔ پس یہی ہو گا۔ کہ وہ اسلام کو قبول کر کے بھی اپنی رسموں کو نہیں چھوڑیگا۔ اور مسلمان ہونے کے بعد جب وہ وہی کام کرتا رہے گا۔ جو وہ پہلے کرتا تھا۔ تو آہستہ آہستہ اس میں یہ خیال پیدا ہو جائے گا۔ کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ اسلام ایک بدلی ہوئی صورت میں

یورپ میں قائم ہو جائے گا۔ اور ان سے آگے وہ اسلام ساری دنیا میں پھیل جائے گا۔ جس طرح یورپ نے مسیحیت کو تباہ کیا تھا۔ العیاذ باللہ۔ وہ اسلام کو بھی دوستی کے جامہ میں تباہ کر دے گا۔

پس ہم دو آگوں میں ہیں۔ اور ہماری مثال وہی ہے۔ کہ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ اس مشکل کا علاج سوچنے کے لئے۔ یا وہاں کے مقامی حالات معلوم کرنے کے لئے۔ تاکہ مبلغوں کی سختی سے نگرانی ہو سکے۔ اور جہاز کو چٹانوں میں سے بہ حفاظت گذار لے جانے کی ضرورت پیش آئی ہے۔ اور غالباً اب آپ لوگ سمجھ گئے ہونگے۔ کہ کیسی مشکل غرض ہے۔ سوائے خدا تعالےٰ کی مدد کے ہم اس مشکل کو حل نہیں کر سکتے۔ مسلمان بنانا آسان ہے۔ مگر اسلام کو ان سے بچانا مشکل ہے۔ اور اس وقت میرے سفر کی یہی غرض ہے۔

یورپ میں اشاعت اسلام کے متعلق خطرہ

یورپ کے واقف کہتے ہیں۔ کہ یہ ناممکن ہے۔ یورپ ضرور اسلام لائیگا۔ مگر وہ ساتھ ہی اسلام کو بگاڑ دیگا اور اس کی شکل کو بالکل مسخ کر دیگا۔ بالکل ممکن ہے۔ کہ یورپ میں چاروں طرف سے اللہ اکبر کی آوازیں آنے لگیں۔ اور سب جگہ گرجوں کی جگہ مسجدیں بن جائیں۔ لیکن یہ فرق ظاہر کا ہوگا۔ لوگ تثلیث کی جگہ توحید کا دعویٰ کریں گے۔ مسیح کی جگہ رسول کریم صلعم کی عزت زیادہ کرینگے۔ مسیح موعود پر ایمان لائینگے۔ گرجوں کی جگہ مسجدیں بنائینگے۔ مگر ان میں وہی ناچ گھر وہی عورت اور مرد کا تعلق۔ وہی شراب۔ وہی سامان عیش نظر آئیں گے۔ یورپ ہی رہے گا۔ گو وہ بجائے عیسائی کہلانیکے مسلمان کہلائیگا۔ میری عقل یہی کہتی ہے۔ کہ حالات ایسے ہی ہیں۔ مگر میرا ایمان کہتا ہے۔ کہ تیرا فرض ہے کہ تو اس مصیبت کو جو اگر اسلام پر نازل ہوئی۔ تو اس کو کچل دیگی۔ دور کرنے کی کوشش کر۔ غور کر۔ اور فکر کر۔ اور دعا کر۔ پھر غور کر اور فکر کر۔ اور دعا کر۔ اور پھر غور کر اور فکر کر اور دعا کر۔ کیونکہ تیرا خدا بڑی طاقتوں والا ہے۔ شاید وہ کوئی درمیانی راہ نکال دے۔ اور اس تباہی کو جو اسلام کے سامنے ایک نئے رنگ میں کھڑی ہے دور کر دے۔ غیر احمدیوں کے لئے یہ وقت ہے۔ کہ یورپ اپنی مخالفت سے ان کو تباہ کر دے گا۔ ہمارے لئے یہ مشکل ہے کہ یورپ اپنی دوستی سے ہمارے دین کو برباد کر دیگا۔ وہ تو اپنی حالت پر خوش ہیں۔ ہم لوگ خوش نہیں ہو سکتے۔ ان کو حکومتوں کی فکر ہے۔ اور ہمیں اسلام کی۔ پس ہمارا فرض ہے کہ اس مصیبت کے آنے سے پہلے اس کا علاج سوچیں۔ اور یورپ کی تبلیغ کے لئے ہر قدم جو اٹھائیں۔ اس کے متعلق پہلے غور کر لیں۔ اور یہ ہو نہیں سکتا۔ جب تک کہ وہاں کے حالات کا عینی علم حاصل نہ ہو۔ پس اسی وجہ سے باوجود صحت کی کمزوری کے میں نے اس سفر کو اختیار کیا ہے۔

جماعت کیلئے انذار

اگر میں زندہ رہا۔ تو میں انشاء اللہ اس علم سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کروں گا۔ اگر میں اس جد و جہد میں مر گیا۔ تو اے قوم میں ایک نذیر عریان کی طرح تجھے متنبہ کرتا ہوں۔ کہ اس مصیبت کو کبھی نہ بھولنا۔ اسلام کی شکل کو کبھی نہ بدلنے دینا۔ جس خدا نے مسیح موعود کو بھیجا ہے۔ وہ ضرور کوئی راستہ نجات کا نکال دیگا۔ پس کوشش نہ چھوڑنا۔ نہ چھوڑنا۔ نہ چھوڑنا۔ آہ نہ چھوڑنا۔ میں کسطرح تم کو یقین دلاؤں۔ کہ اسلام کا ہر اک حکم ناقابل تبدیل ہے۔ خواہ چھوٹا ہو۔ خواہ بڑا۔ جو چیز سنت سے ثابت ہے وہ ہرگز نہیں بدلی جا سکتی۔ جو اس کو بدلتا ہے۔ وہ اسلام کا دشمن ہے وہ اسلام کی تباہی کی پہلی بنیاد رکھتا ہے۔ کاش وہ پیدا نہ ہوتا۔ مگر اس کے یہ بھی معنے نہیں۔ کہ تم دنیا کے حالات سے آنکھیں بند کر لو۔ اور بعض نادانوں کی طرح کہدو۔ کہ پھر یورپ کی تبلیغ پر لاکھوں روپیہ صرف کرنے کی کیا ضرورت ہے یورپ سب سے بڑا دشمن اسلام کا ہے۔ وہ مانے نہ مانے تمہاری کوشش کا کوئی اثر ہو یا نہ ہو تم کو اسے نہیں چھوڑنا چاہیئے اگر تم دشمن پر فتح نہیں پا سکتے۔ تو تمہارا یہ فرض ضرور ہے۔ کہ اس کی نقل و حرکت کو دیکھتے رہو۔ تا وہ تمہاری غفلت سے فائدہ اٹھا کر تم پر فتح نہ پا لے۔ اور پھر میں کہتا ہوں۔ کہ یہ کسی کو کس طرح معلوم ہوا۔ کہ یورپ آخر اسلام کو قبول نہیں کرے گا۔ یورپ کے لئے تو اسلام کا قبول کرنا مقدر ہو چکا ہے۔ ہمارا فرض یہ ہے۔ کہ ہم دیکھیں۔ کہ وہ ایسی صورت سے اسلام کو قبول کرے۔ کہ اسلام ہی کو نہ بدل دے۔ پس ہم اگر یورپ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ تو ہماری مثال اس کبوتر کی ہوگی۔ جو بلی کو دیکھکر آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ اور سمجھتا ہے۔ کہ اب میں محفوظ ہو گیا۔ یہ ہو سکتا ہے۔ کہ ہم کو جب تک صحیح راستہ معلوم نہ ہو۔ ان لوگوں کے مسلمان بنانے پر زیادہ زور نہ دیں۔ مگر یورپ میں ایسے مشن رکھنے۔ جو ہر وقت حالات کو تاڑتے رہیں۔ اور موقع کے منتظر رہیں۔ نہایت ضروری ہے۔ قرآن کریم حکم دیتا ہے۔ وَرَابِطُوْا ہمیشہ دشمن کی سرحد پر اپنے آدمی رکھو۔ جو اس کی نقل و حرکت کو دیکھتے رہیں۔ جس دن مسلمانوں نے اس حکم سے غفلت کی۔ اسی دن سے وہ تباہ ہونے لگے۔ اور اگر تم بھی روپیہ کے خرچ سے ڈر کر یا کسی اور سبب سے ایسا کرو گے۔ تو تم بھی تباہ ہو گے۔ خدا تم کو بچائے۔ اور تمہارا حافظ و ناصر ہو۔

مسیح موعود کے قائم مقام کے سفر یورپ کا ذکر قرآن میں

میں آخر میں اس امر کے بیان کرنے سے بھی نہیں رک سکتا۔ کہ یورپ کی طرف مسیح موعود یا آپ کے کسی جانشین کا اس غرض سے سفر کرنا جس غرض سے میں نے سفر کیا ہے۔ قرآن کریم میں بھی مذکور ہے۔ پس معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس قسم کے سفر کے بغیر اسلام کی حفاظت کامل نہیں ہو سکتی۔ یہ ذکر سورۂ کہف میں ہے جس میں اللہ تعالےٰ ذوالقرنین کی نسبت فرماتا ہے حَتّٰٓی اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ۔ قُلْنَا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِمَّاۤ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّاۤ اَنْ تَتَّخِذَ فِیْهِمْ حُسْنًا ۔ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ یُرَدُّ اِلٰی رَبِّهٖ فَیُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ۔ وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨالْحُسْنٰی ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا یُسْرًا ۔ (کہف ع ۱۱) پس ذوالقرنین ایک راستہ کی طرف چلا۔ یہاں تک کہ وہ مغرب کے ملکوں میں پہنچ گیا۔ اور دیکھا کہ یہ ممالک جہاں سورج ڈوبتا ہے۔ ایک گدلے چشمے کی طرح ہیں۔ جن میں پانی تو ہے۔ مگر بودار اور گندہ جو استعمال کے قابل نہیں رہا۔ اور اس نے اس چشمہ کے پاس ایک قوم دیکھی۔ جس کی نسبت ہم نے ذوالقرنین سے کہا۔ کہ تو ان کے متعلق کوئی فیصلہ کر۔ یا تو یہ فیصلہ کر۔ کہ یہ تباہ کر دیئے جائیں۔ اور یا تو ان سے ایسا سلوک کر۔ کہ ان کی حالت اچھی ہو جائے۔ ذوالقرنین نے جواب میں کہا۔ کہ جو ظلم کرنے والا ہو گا۔ اس کو تو میں عذاب دونگا۔ اور پھر وہ خدا کی طرف لوٹایا جائیگا۔ یعنی مر جائے گا۔ اور اس کو ایسا سخت عذاب ملے گا۔ جو کسی کو کم ہی ملا ہو گا۔ اور جو شخص ایمان لائے گا۔ اور نیک عمل کرے گا۔ پس اس کو نیک جزا ملیگی۔ اور ہم اسے اپنے احکام سہولت کے ساتھ اور آسانی کے ساتھ سمجھائینگے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام لکھتے ہیں۔ کہ ذوالقرنین آپ کا نام ہے۔ اور گدلے چشمہ سے مراد مسیحی تعلیم ہے جو پہلے تو خدا تعالےٰ کی طرف سے۔ مگر اب وہ خراب ہو گئی ہے۔ اور استعمال کے قابل نہیں۔ مغرب کے لوگ اس چشمہ کے پاس ہیں۔ یعنی اس گندلی تعلیم کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ اور قرآن کریم کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

پس جب کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر کے مطابق ذوالقرنین آپ ہیں۔ اور مغربی ممالک سے مراد یورپ و امریکہ کے لوگ ہیں۔ جو مسیحیت کے چشمہ پر ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں۔ تو صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسیح موعود یا ان

گے کسی جانشین کو مغربی ممالک کا سفر کرنا ہوگا۔ کیونکہ قرآن کریم میں لکھا ہے کہ فَاَتْبَعَ سَبَبًا حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ۔ ذوالقرنین ایک ملک کی طرف گیا جو مغرب میں تھا۔ پس یہ سفر قرآن کریم کی اس پیشگوئی کے مطابق ہے۔ نبیوں کے جانشین چونکہ نبیوں کے قائم مقام ہوتے ہیں۔ ان کا کام نبیوں کا کام ہی کہلاتا ہے۔ پس خلیفۂ مسیح موعود کا جانا ایسا ہی ہے۔ جیسے کہ خود مسیح موعود کا جانا۔

سفر کی پیشگوئی قرآن میں

پس یہ سفر درحقیقت ایک پیشگوئی کے ماتحت ہے۔ جو ایسی اہم ہے۔ کہ قرآن کریم میں اس کو بیان فرمایا گیا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ سفر تبلیغ کے لئے نہیں۔ بلکہ تبلیغ کے متعلق اصول طے کرنے اور علم حاصل کرنے کے لئے کیا جائیگا۔ کیونکہ اگر تبلیغ کے لئے سفر ہوتا۔ تو یہ نہ کہا جاتا۔ کہ اب خواہ ان کو ہلاک کر۔ خواہ ان کی بھلائی کی تدبیر کر۔ کیونکہ جو شخص تبلیغ کے لئے جاتا ہے۔ یہ سمجھ کر جاتا ہے۔ کہ یہ لوگ بچائے جانے کے قابل ہیں۔ نہ کہ وہ جاتا تو تبلیغ کے لئے ہے۔ اور سوچنے لگ جاتا ہے۔ کہ میں ان کو ہلاک کردوں۔ پس صاف ظاہر ہے۔ کہ مسیح موعودؑ یا آپ کا جانشین خالی الذہن ہو کر جائے گا۔ اور وہی جاکر فیصلہ کریگا کہ ان لوگوں سے کیا کیا جائے۔ اور اللہ تعالےٰ اسکو اختیار دیگا۔ کہ وہ کامل غور اور فکر کے بعد جو چاہے کرے۔ خواہ تو ان کو اپنے کفر میں چھوڑ دے تاکہ اس دنیا میں کفر کے عذاب میں مبتلا رہیں۔ اور اگلے جہان میں دوزخ اور خدا تعالےٰ سے بُعد کے عذاب میں مبتلا ہوں۔ اور یا پھر ان میں تبلیغ کو جاری کرنے کا فیصلہ کرے۔ اور اور ان کی بہتری کی تجویز کرے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ جس نتیجہ پر وہ پہنچیگا۔ وہ بین بین ہوگا۔ اور اس میں مختلف حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ مختلف تدابیر کو اختیار کیا جائے گا۔ وہ فیصلہ کیا ہوگا۔ اسے اللہ تعالےٰ نے مخفی رکھا ہے۔ اور چونکہ ابھی وقت نہیں آیا۔ وہ مجھ پر ظاہر نہیں ہے اس لئے میں اس کا اعلان نہیں کرسکتا۔ ہاں یہ اصول اللہ تعالےٰ نے بتا دیئے ہیں۔ اور میں اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ وہ مجھ سے یہ کام لے۔ اور اس پیشگوئی کا ظلی طور پر مجھے مصداق بننے کا موقع دے۔

غرض اے بھائیو۔ مسیح موعود یا ان کے کسی جانشین کا مغربی ممالک میں جانے اور وہاں جاکر ان کے متعلق آئندہ تبلیغ کے متعلق رائے قایم کرنے کی خبر قرآن کریم میں دی گئی ہے۔ اور گویا تمام اس سفر کا نقشہ کھینچ دیا گیا ہے۔ جو اس وقت پیش آیا ہے۔

سفر یورپ مسیح موعودؑ کی صداقت کا نشان

اور یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک عظیم الشان ثبوت ہے۔ کیونکہ یہ سفر بالکل خدا تعالےٰ کی مشیت کے ماتحت ہوا ہے۔ مجھے چند ماہ پہلے اس سفر کا خیال بھی نہ تھا۔ اور پھر کس کو معلوم تھا۔ کہ اس تحریک کے ہونے کے بعد باوجود سخت طبیعت میں بیزاری ہونے کے میں اس سفر پر جانے پر راضی ہو جاؤں گا۔ اور جماعت کی نوے فی صدی رائے یعنی ہر دس انجمنوں میں سے نو انجمنیں اس امر کی رائے دینگی۔ کہ مجھے ولایت جانا چاہیئے۔ اور پھر کس کو یہ خیال ہوسکتا تھا۔ کہ اس قدر جلد سامان بھی جمع ہو جائیگا۔ پس احباب کو چاہیئے۔ کہ سفر کی جو غرض ہے۔ اور جسے قرآن کریم نے بیان کیا ہے۔ اس کو یاد رکھیں۔ کیونکہ اس کے یاد رکھنے میں ہی اسلام کی نجات ہے۔ اور اس کے بھلا دینے میں اسلام کی تباہی۔ اگر آپ لوگ اس کام کی اہمیت کو جو میں نے اوپر بیان کیا ہے۔ یاد رکھیں گے۔ تو اس کے خطرات کے ازالہ کی طرف بھی آپ کو توجہ رہے گی۔ اور اگر آپ صرف زید اور بکر کے مسلمان کرنے کی خوشی میں رہیں گے۔ تو سخت خطرہ ہے۔ کہ ایمان برباد ہو جائے۔ اور اسلام مٹ جائے العیاذ باللہ۔

سفر کی غرض کو پورا کرنا خدا ہی کا کام ہے

اے بھائیو۔ اصل غرض سفر کی تفصیل سے بیان کر دینے کے بعد میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ کہ کیا اس غرض کو پورا کرنا انسان کا کام ہے۔ اس انگریز نے سچ کہا۔ جس نے اس سفر کو سمندر کی لہروں پر حکومت کرنیکے خیال کے مترادف بتایا۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ یہ کام ایسا ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ اور اس کے نتایج بظاہر کم سے کم ایک صدی کا وقت چاہتے ہیں۔ سوائے اس کے کہ خدا تعالےٰ رحم کرکے ہماری زندگیوں میں یہ نظارہ ہمیں دکھا دے۔ کہ مغرب میں اسلام پھیلے۔ اور اس طرح پھیلے۔ کہ وہ لوگ اسلام کو اپنے مطابق نہ بنائیں بلکہ اسلام کے مطابق خود بن جاویں۔ اور ایسی سکیم تیار ہو جائے۔ کہ جس کے بعد اس بات کا خطرہ نہ رہے۔ کہ مغربی تمدن اسلام کے اندر تغیر کرسکے گا۔ پس اس کام کے لئے آپ لوگ جس قدر دعائیں کریں۔ تھوڑی ہیں۔ بے شک آپ لوگ یہ دعا کریں۔ کہ اس سفر میں تبلیغ کا بھی کوئی پہلو پورا ہو جائے۔ تو کچھ حرج نہیں۔ مگر اصل زور دعا میں اس امر پر ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ وہ تدبیریں سمجھا دے۔ کہ جن کی مدد سے یورپ کو حقیقی طور پر اسلام میں داخل کیا جاسکے۔ اور اسلام یورپ کے تمدن کے ایسے اثر سے جو اسلام کی حقیقت کے خلاف ہو محفوظ رہے۔

دعا کی تحریک

پھر میں کہتا ہوں۔ کہ اپنی دعاؤں میں ہم تیرہ آدمیوں کو جو اس سفر پر جا رہے ہیں یاد رکھیں۔ جن میں سے نو تو وہ ہیں۔ جو جماعت کے خرچ پر وفد کے طور پر جا رہے ہیں۔ اور ہم چار آدمی اپنے خرچ پر سفر کر رہے ہیں۔ غرض سب کی ایک ہی ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کوئی کام لے لے۔ اور عاقبت بخیر ہو جائے۔ اور وہ یار یگانہ خوش ہو جائے۔ طبیعت میری بہت کمزور ہے۔ اور سفر سخت ہے۔ کام اس سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ اس وقت بھی بخار کی حالت میں مضمون لکھ رہا ہوں۔ ہڈیاں کھوکھلی ہوگئی ہیں۔ دماغ میں طاقت نہیں رہتی جاتے ہیں۔ خدا ہی ہے۔ جو اس کام سے فارغ فرماکر خیریت سے دیار محبوب میں پہنچائے۔ پس اب میں خط کو ختم کرتا ہوں۔ کہ اس وقت میری یہ حالت ہے

دل میں اک درد اٹھا آنکھوں میں آنسو بھر آئے
بیٹھے بیٹھے مجھے کیا جانئے کیا یاد آیا

جماعت کے لئے دعا

اے میری عزیز قوم اور اے خدا کے فرستادہ کی مقدس جماعت تمہاری بہبودی اور بہتری کا خیال میرے دل کو ہر وقت فکرمند رکھتا ہے۔ اور تمہاری محبت ہمیشہ مجھے بدگمانیوں میں مبتلا رکھتی ہے۔ کہ عشق است وہزار بدگمانی۔ اے کاش میں اپنی آنکھوں سے تم کو وہ کچھ دیکھ لوں۔ جو میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ اے کاش تمہارا ایمان اور تمہارا ایقین اور تمہارا ایثار اور تمہارے اخلاق اور تمہارا تمدن اور تمہارا علم اور تمہارے عمل اور تمہاری قربانیاں ایسی ہوں۔ بلکہ اس سے بڑھکر جو میں دیکھنی چاہتا ہوں۔ اے کاش تم زمانہ کے دست برد سے محفوظ رہو۔ اے کاش تم ہر قسم کے فتنوں سے بچے رہو۔ خدا تعالےٰ تم میں ہمیشہ وہ لوگ پیدا کرتا رہے جنکے دل تمہاری خیرخواہی اور محبت کے جذبات سے پر ہوں۔ اور جنکے افکار تمہاری بہتری کی تجاویز میں مشغول۔ تم تیمیوں کی طرح کبھی نہ چھوٹے جاؤ۔ اور سورج تم پر لاوارثی کی حالت میں کبھی نہ چڑھے۔ تم خدا کے پیارے ہو۔ اور خدا تمہارا پیارا ہو اے خدا تو ایسا ہی کر۔ اور زندگی اور موت میں مجھے ایسا ہی دکھا۔

خاکسار:۔ مرزا محمود احمد

نوٹ:۔ اندازہ ہے۔ کہ یہ خط جہاز میں پورٹ سعید کے قریباً ۲۷ یا ۲۸ جولائی ۱۹۲۴ء کا لکھا ہوا ہے۔

(باہتمام شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپ کر شائع ہوا)